رسول اللہؐ کا استقلال اور استقامت

خدا تعالیٰ کے مامور اور فرستادے دنیا کے معزز اور شریف ترین انسان ہوتے ہیں، جن کی سچائی امانت و دیانت اور شرافت کا ایک زمانہ گواہ ہوتا ہے۔ مگر جب وہ گمراہ معاشرے کو خدا کی طرف سے پیغام حق پہنچاتے اور نیکی وسچائی کی تعلیم دیتے ہیں تو بدی کے پرستار اور بدخواہ اہل دنیا انکی مخالفت میں ایڑی چوٹی کا زور لگاتے ہیں، ان کا تمسخر اُڑاتے اور اذیتیں دیتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں کے رویّے پر حسرت کا اظہار کرتے ہوئے فرماتا ہے:۔

”وائے افسوس بندوں پر کہ جب کبھی ان کے پاس کوئی رسول آتا ہے وہ اس کو حقارت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں اور تمسخر کرنے لگتے ہیں۔“ (یٰس:31)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بھی یہی سلوک روا رکھا گیا۔ اللہ تعالیٰ آپ کو تسلی کے رنگ میں فرماتا ہے۔ ”تجھے صرف وہی باتیں کہی جاتی ہیں جو تجھ سے پہلے رسولوں سے کہی گئی تھیں“ (حم السجدہ:44)

یعنی اُن کے ساتھ بھی اسی طرح کا تمسخر داستہزاء اور اسی قسم کے اعتراض کئے جاتے تھے۔ مگر ان تمام اذیتوں پر آپؐ کو صبر اور استقامت کی تلقین

کی گئی چنانچہ فرمایا۔ ''تو اسی دین کی طرف لوگوں کو پکار اور استقلال سے قائم رہ جیسا تجھے کہا گیا ہے۔اور انکی خواہشوں کی پیروی نہ کر۔''(سورۃ الشوریٰ:16)

نیز فرمایا ''پس اے نبی! تو بھی اسی طرح صبر کر جس طرح پختہ ارادے والے رسول تجھ سے پہلے صبر کر چکے ہیں۔''(سورۃ الاحقاف:36)

اسی طرح فرمایا ''تمہیں اپنی جانوں اور مالوں کے بارہ میں ضرور آزمایا جائے گا۔اور تم ضرور ان لوگوں سے جنہیں تم سے پہلے کتاب دی گئی اور مشرکوں سے بہت دکھ دینے والا کلام سنو گے اور اگر تم صبر کرو اور تقویٰ اختیار کرو گے تو یقیناً یہ ہمت والے کاموں میں سے ہے۔''(سورہ آل عمران:187)

سلسلہ انبیاء میں ہمارے آقا و مولا محمد مصطفیٰؐ سب سے زیادہ آزمائے گئے۔آپؐ نے زبانی اذیتیں بھی سن کر برداشت کیں اور جسمانی دکھ بھی سہے۔اور یہ تمام مصائب خدا کی راہ میں خوشی سے جھیلے۔کبھی ماتھے پر کوئی شکن یا زبان پر کوئی شکوہ نہیں لائے بلکہ بڑی شان اور وقار کے ساتھ اس راہ پر گامزن رہے اور اعلیٰ درجے کی استقامت کا نمونہ دکھلا دیا۔

ہمارے آقاؐ کیسے کوہ وقار وہ انسان ہیں جن کو معاذ اللہ شاعر، دیوانہ، جادوگر اور کذّاب کہہ کر ہر گندی گالی دی جاتی ہے،مگر وہ نہ صرف یہ دشنام دہی برداشت کرتے ہیں بلکہ ان دشمنانِ دین کے لئے دعا گو ہیں کہ اے اللہ میری قوم کو بخشش دے یہ جانتے نہیں۔(بخاری) 1

شدائد و آلام کے اس زمانے میں اگر اللہ تعالیٰ کی طرف سے اپنے نبی کو تلقین صبر، تائید و نصرت کی یقین دہانی اور حفاظت کے وعدے نہ ہوتے تو مشکلات کے وہ پہاڑ کیسے عبور ہوتے اللہ تعالیٰ آپ کو قدم قدم پر تسلی دیتا تھا۔کبھی استہزاء کرنے والوں کے بارہ میں یہ فرما کر کہ ''ہم خود ان تمسخر کرنے والوں کے لئے کافی ہیں۔''(سورۃ الحجر:96) یعنی ان سے نبٹ لیں گے اور تجھے ان کے شر سے محفوظ رکھیں گے۔تو کبھی یہ کہہ کر اطمینان دلایا جاتا کہ ''اللہ تعالیٰ تجھے ان کے حملوں سے محفوظ رکھے گا۔''(سورۃ المائدہ:68)

وہ استہزاء کرنے والے جب آپ کے پاک نام محمدؐ کو (جس کے معنے ہیں تعریف کیا گیا) بگاڑ کر مذممّ (یعنی قابل مذمت) کہا کرتے تو آپؐ فرماتے۔ دیکھو اللہ تعالیٰ مجھے کس طرح ان کی گالیوں اور دشنام دہی سے بچا لیتا ہے۔یہ کسی مذممّ کو گالیاں دیتے ہیں جبکہ میرا نام خدا نے محمدؐ رکھا ہے۔ (بخاری)[2]

امر واقعہ یہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے شدائد و آلام کا حال اصحاب رسول نے بہت کم بیان کیا، کیونکہ ایک طرف یہ مضمون سخت تکلیف دہ اور اذیّت ناک تھا تو دوسری طرف ادب رسولؐ کا بھی تقاضا تھا کہ یہ تذکرے عام نہ ہوں۔خود نبی کریمؐ کمال صبر کا نمونہ دکھاتے ہوئے کبھی بھی ازخود ان شدائد و آلام کے قصّے نہیں سناتے تھے۔گھریلو ماحول میں کبھی بات ہوگئی تو حضرت عائشہؓ کو ایک دفعہ اتنا بتایا، ''میں (مکہ میں) دو بدترین ہمسایوں ابولہب اور عقبہ بن ابی مُعیط کے

درمیان رہتا تھا یہ دونوں گو برا ُٹھا کے لاتے اور میرے دروازے پر پھینک دیتے، حتّٰی کہ اپنے گھروں کی غلاظت بھی میرے دروازے پر ڈال جاتے۔'' آپؐ باہر نکلتے تو صرف اتنا فرماتے اے عبد مناف کی اولاد!'' یہ کیسا حق ہمسائیگی تم ادا کرتے ہو؟'' پھر آپؐ اس گند کو خود راستہ سے ہٹا دیتے۔ (حلبیہ) [3]

رسول اللہؐ کو طواف کعبہ سے بھی روکا جاتا تھا۔ کبھی بیت اللہ میں داخل ہوکر دو رکعت نماز پڑھنا چاہی تو اس سے بھی منع کر دیئے گئے۔ عروہؓ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ سے کہا کہ قریش نے آنحضرتؐ کو جو سب سے بڑا دکھ پہنچایا اور آپ نے دیکھا ہو وہ سنائیں۔ عبداللہ بن عمروؓ نے بیان کیا کہ'' ایک دفعہ خانہ کعبہ میں قریش کے سردار جمع تھے اور میں بھی موجود تھا۔ وہ کہنے لگے اس شخص کو جتنا ہم نے برداشت کیا ہے آج تک کسی اور کو نہیں کیا۔ اس نے ہمارے عقلمندوں کو بیوقوف کہا، ہمارے باپ دادا کو برا بھلا کہا، ہمارے دین کو خراب قرار دیا، ہماری جمعیت میں تفرقہ ڈال دیا اور ہمارے معبودوں کو گالیاں دیں، ہم نے اس کی باتوں پر حد درجہ صبر کیا۔ ابھی وہ یہ باتیں کر ہی رہے تھے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے۔ آپؐ نے آکر حجر اسود کو بوسہ دیا پھر بیت اللہ کا طواف کرتے ہوئے ان کے پاس سے گزرے۔ اس دوران ان سرداروں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے کسی دعوے کا ذکر کر کے آپؐ پر اعتراض کے رنگ میں آنکھ سے اشارہ کیا، جس کا اثر میں نے آپؐ کے چہرے پر دیکھا۔ پھر جب آپؐ دوسری دفعہ گزرے تو انھوں نے اسی طرح طعن کیا اور میں نے رسول اللہؐ

کے چہرے پر ناپسندیدگی کے آثار دیکھے طواف کے تیسرے چکر میں بھی سردارانِ قریش نے یہی حرکت کی۔ آپؐ نے بڑے جلال سے انھیں مخاطب کر کے فرمایا کہ ''اے قریش کی جماعت سُن لو اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی جان ہے۔ میں تمھیں ہلاکت کی خبر دیتا ہوں۔'' میں نے دیکھا کہ اس بات کا لوگوں پر اتنا اثر ہوا جیسے ان کے سروں پر پرندے ہوں۔ یہاں تک کہ ان میں سے اس سے پہلے سختی کی تحریک کرنے والا نرمی سے کہنے لگا کہ ''اے ابوالقاسم آپ تشریف لے جائیں۔ خدا کی قسم آپ جاہل نہیں ہیں۔'' نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے گئے۔ اگلے دن سردارانِ قریش خانہ کعبہ میں پھر جمع ہوئے اور میں ان کے ساتھ تھا۔ وہ ایک دوسرے سے کہنے لگے کل جو واقعہ گزرا ہے اس کے جواب میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے جو کہا اس کے باوجود تم نے اس کو چھوڑ دیا۔ ابھی وہ یہ باتیں کر ہی رہے تھے کہ رسول اللہؐ تشریف لائے۔ سب آپؐ کی طرف لپکے۔ آپ کو گھیر لیا اور کہنے لگے آپ ہمیں یہ یہ کہتے ہو۔ ہمارے معبودوں کو اور ہمارے دین کو خراب قرار دیتے ہو۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہر بات کا جواب دیتے جا رہے تھے۔ اتنے میں ایک شخص نے آپ کی چادر کو پکڑا اور اس کو بل دے کر آپ کا گلا گھونٹنے لگا۔ حضرت ابوبکرؓ آڑے آئے اور اس شخص کو پیچھے ہٹایا۔ وہ روتے ہوئے یہ کہہ رہے تھے ''تم ایک شخص کو اس لئے قتل کرنا چاہتے ہو کہ وہ کہتا ہے کہ میرا رب اللہ ہے۔'' یہ ایک سخت ترین اذیت ہے جو میں نے رسول اللہؐ کو قریش سے پہنچتے ہوئے اپنی آنکھوں سے دیکھی۔ (احمد) 4

ایک روز سردارانِ قریش خانہ کعبہ کے پاس مقامِ حجر میں جمع ہوئے۔ لات ومنات اور عزیٰ کی قسمیں کھا کر کہا کہ آج کے بعد اگر ہم نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھ لیا تو ایک شخص کی طرح سب مل کر حملہ آور ہوں گے اور دم نہ لیں گے جب تک کہ ان کو قتل نہ کر دیں۔

حضرت فاطمہؓ کو پتہ چلا تو آپ روتی ہوئی اپنے بزرگ باپ کے پاس تشریف لائیں۔ عرض کیا کہ آپ کی قوم کے سرداروں نے ایسی قسمیں کھائی ہیں۔ ان میں سے ہر ایک شخص آپ کے خون کا پیاسا ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''اے میری بیٹی مجھے ذرا وضو کا پانی دینا۔'' پھر آپ وضو کر کے بیت اللہ تشریف لے گئے، جہاں وہ سب سردار براجمان تھے۔ آپؐ کو دیکھتے ہی وہ سب بیک زبان ہو کر بولے ''لو وہ آ گیا''۔ مگر کسی کو کھڑا ہو کر حملہ کرنے کی جرأت نہ ہوئی۔ سب کی آنکھیں جھک گئیں اور کوئی بھی اپنی جگہ سے ہل نہ سکا، حتّٰی کہ آپ کی طرف آنکھ تک اٹھانے کی جرأت کسی کو نہ ہوسکی۔ تب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم خود ان کی طرف متوجہ ہوئے اور جا کر ان کے پاس کھڑے ہو گئے، بالکل ان کے سروں کے اوپر۔ آپؐ نے مٹی کی ایک مٹھی بھر کر اُن کی طرف پھینکی اور بآواز بلند فرمایا ''شَاهَتِ الْوُجُوْهُ'' (یعنی رسوا ہو گئے چہرے) ابن عباسؓ کہتے ہیں ''ان سردارانِ قریش میں سے جس تک بھی وہ خاک پہنچی وہ بدر کے روز قتل ہو کر ہلاک ہوا۔'' (بیہقی) 5

ایک دفعہ ابوجہل نے کہا کہ اگر میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خانہ کعبہ

کے پاس نماز پڑھتے ہوئے دیکھ لوں تو آپ کی گردن دبوچ کے رکھ دوں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے عجب جلال کے ساتھ فرمایا اگر وہ ایسا کرے گا تو فوراً فرشتے آکر اس پر گرفت کریں گے۔ (بخاری)[6]

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو آزادی سے خدا کی عبادت کرنے کی بھی اجازت نہ تھی۔ آپؐ عبادت کرتے ہوئے بھی اذیتوں کا نشانہ بنائے گئے۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بیت اللہ کے پاس نماز پڑھ رہے تھے۔ ابوجہل اور اس کے ساتھی وہاں بیٹھے تھے۔ ان میں ایک دوسرے سے کہنے لگا تم میں سے کون ہے جو فلاں قبیلے میں ذبح ہونے والی اونٹنی کی بچہ دانی اٹھا لائے اور محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی پشت پر اس وقت رکھ دے جب وہ سجدہ کرے۔ تب لوگوں میں سے بدبخت انسان عقبہ بن ابی معیط اٹھا اور وہ اونٹنی کی بچہ دانی اٹھا لایا اور دیکھتا رہا جب نبی کریمؐ نے سجدہ کیا تو اس نے وہ گند بھری بچہ دانی آپ کے کندھوں پر رکھ دی۔ عبداللہ بن مسعودؓ (جو ایک کمزور قبیلہ کے فرد تھے) کہتے ہیں، میں یہ سب کچھ دیکھتے ہوئے بھی ان سرداران کی موجودگی میں رسول اللہؐ کی کوئی مدد نہیں کرسکتا تھا۔ اے کاش! مجھے بھی طاقت حاصل ہوتی اور میں آپؐ کے لئے کچھ کرسکتا۔

ادھر سردارانِ قریش رسول اللہؐ کی یہ حالت زار دیکھ کر ہنستے ہوئے لوٹ پوٹ ہوکر ایک دوسرے پر گر رہے تھے۔ رسول اللہؐ سجدہ کی حالت میں پڑے

ہوئے سر نہ اٹھا سکتے تھے۔ یہاں تک کہ حضرت فاطمہؓ آئیں اور انہوں نے آپؐ کی پشت سے وہ گند ہٹایا تو آپؐ نے سر اٹھایا اور فرمایا ''اے اللہ! تو قریش پر گرفت کر۔'' (بخاری)[7]

ایذارسانی پر صبر واستقامت

عمروحضرت عثمانؓ سے روایت کرتے ہیں کہ ایک دفعہ وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو قریش سے پہنچنے والی اذیتوں کا ذکر کرتے ہوئے کہنے لگے کہ قریش نے رسول اللہؐ کو بہت ہی ایذائیں دیں۔ عمروؓ کہتے ہیں کہ یہ کہہ کر وہ تکالیف یاد کر کے حضرت عثمانؓ کی آنکھوں میں آنسو امڈ آئے۔ پھر کچھ سنبھل کر اپنا چشم دید واقعہ بیان کرنے لگے کہ ایک دفعہ رسول کریمؐ خانہ کعبہ کا طواف فرما رہے تھے۔ آپ کا ہاتھ ابوبکرؓ کے ہاتھ میں تھا اور صحن کعبہ میں قریش کے تین سردار عقبہ بن ابی معیط، ابوجہل اور امیہ بن خلف بیٹھے تھے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب طواف کرتے ہوئے ان کے پاس سے گزرے تو انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو برا بھلا کہنا شروع کر دیا۔ جس کا ناگوار اثر میں نے حضورؐ کے چہرے پر محسوس کیا۔ چنانچہ میں حضورؐ کے اور قریب ہوگیا۔ حضورؐ میرے اور ابوبکرؓ کے درمیان آگئے۔ آپؐ نے اپنے ہاتھ کی انگلیاں میرے ہاتھ میں ڈال لیں۔ ہم نے اکٹھے طواف کیا۔ جب اگلے چکر میں ہم ان کے پاس سے گزرے۔ ابوجہل کہنے لگا ''ہماری تم سے مصالحت قطعی ناممکن ہے۔ تم ہمیں ان معبودوں کی عبادت سے

روکتے ہو۔جن کی پرستش ہمارے باپ دادا کرتے تھے۔'' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا'' ہاں میری یہی تعلیم ہے۔''

طواف کے تیسرے چکر میں جب حضورؐ ان کے پاس سے گزرے تو پھر انہوں نے ایسی ہی نازیبا حرکات کیں۔ چوتھے چکر میں وہ تینوں اٹھ کر کھڑے ہوگئے۔ پہلے ابوجہل لپکا وہ رسول اللہؐ کو گلے سے پکڑ کر دبوچنا چاہتا تھا۔ میں نے اُسے سامنے سے روک کر دھکا دیا۔ وہ پشت کے بل پیچھے جا گرا۔ حضرت ابوبکرؓ نے امیہ بن خلف کو پیچھے دھکیلا اور خود رسول اللہؐ نے عقبہ بن ابی معیط کو۔ اسکے بعد وہ وہاں سے چلے گئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وہاں کھڑے فرمارہے تھے '' خدا کی قسم! تم باز نہیں آؤ گے یہاں تک کہ بہت جلد تم پر اللہ کی سزا اور گرفت اترے گی۔''

حضرت عثمانؓ فرماتے تھے کہ خدا کی قسم میں نے دیکھا ان میں سے ہر ایک خوف سے کانپ رہا تھا اور رسول اللہؐ فرمارہے تھے'' تم اپنے نبی کی کتنی بری قوم ثابت ہوئے ہو''۔ پھر حضورؐ اپنے گھر تشریف لے گئے اور دروازہ میں داخل ہونے کے بعد کھڑکی سے ہماری طرف رخ کر کے فرمایا'' تمہیں بشارت ہو کہ اللہ تعالیٰ اپنے دین کو غالب اور اپنی بات پوری کر کے چھوڑے گا اور اپنے نبی کی مدد کرے گا۔ اور یہ لوگ جن کو تم دیکھتے ہو اللہ تعالیٰ انہیں بہت جلد تمارے ہاتھوں سے ہلاک کرے گا۔''

پھر ہم اپنے گھروں کو چلے گئے۔حضرت عثمانؓ کہتے تھے پھر میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا کہ خدا نے ان لوگوں کو ہمارے ہاتھوں سے ہلاک کیا۔(فتح الباری)[8]

حضرت انس بن مالکؓ سے روایت ہے کہ جبریلؑ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے۔آپؐ مکہ سے باہر نکل رہے تھے۔اہل مکہ نے آپؐ کو لہولہان کر دیا ہوا تھا۔جبریلؑ نے پوچھا ''آپ کو کیا ہوا؟'' نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''ان لوگوں نے مجھے خون آلود کر کے چھوڑا ہے اور یہ یہ بدسلوکی میرے ساتھ کی ہے۔'' جبریلؑ نے کہا کہ آپ چاہتے ہیں کہ میں ان کو ایک نشان دکھاؤں آپؐ نے فرمایا ہاں! جبریلؑ نے کہا اس درخت کو بلائیں۔نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے بلایا وہ زمین پر نشان چھوڑتا ہوا آپؐ کے سامنے آ کھڑا ہوا۔جبریلؑ نے کہا ''اب اسے واپس پلٹ جانے کا حکم دیجئے''۔نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ واپس اپنی جگہ پر لوٹ جاؤ تو وہ واپس ہوگیا۔پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بس میرے لئے کافی ہے۔(بیہقی)[9]

یہ واقعہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا اقتداری نشان بھی ہوسکتا ہے جس طرح پانی یا کھانا بڑھنے کے معجزات آپؐ سے ثابت ہیں۔یا پھر یہ ایک لطیف کشفی نظارہ ہوسکتا ہے۔جس میں تمثیلی زبان میں یہ پیغام تھا کہ اگر خدا چاہے تو اہل مکہ کو اس طرح مجبور کر کے آپؐ کے آگے جھکا دے جس طرح یہ درخت آپ کے بلانے پر چلا آیا ہے۔مگر خدا تعالیٰ دین میں جبر و اکراہ روا نہیں

رکھتا۔ البتہ جن طبائع میں نرمی اور لچک ہے وہ ایک دن ضرور آپ کی آواز پر لبیک کہیں گی۔ اس نظارے سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دلی طور پر ایسی تسلی ہوئی کہ فرمایا بس میرے لئے یہ کافی ہے۔

اسیر راہِ مولیٰ

نبی کریمؐ پر قید کا بھی زمانہ آیا اور آپؐ نے اسیر راہِ مولیٰ کے طور پر شعب ابی طالب میں تین سال تک محصور رہ کر دیگر مسلمانوں کے ساتھ بہت اذیتیں اور دکھ برداشت کیے۔ اس قید میں اگر چہ مسلمان آئے دن کے کفار کے حملوں سے تو بچ گئے مگر بائیکاٹ کی وجہ سے ان کی تجارت ختم ہو کر رہ گئی۔ غلّہ کی رسد مسلمانوں کیلئے روک دی گئی۔ جس کے نتیجہ میں انہیں بہت مہنگے داموں مخفی طور پر کھانے کا سامان خریدنا پڑتا، جو مالی تنگی کے اس دور میں ایک بہت بڑی مصیبت تھی۔ چنانچہ مسلمانوں نے فاقوں سے کئی دن کاٹے۔ بچے رات کو بھوک کی وجہ سے بلبلاتے تھے مگر ان ظالموں کے دل نہ پسیجتے۔

حضرت سعد بن ابی وقاصؓ شعب ابی طالب کے زمانے کا ایک واقعہ بیان کرتے ہیں کہ وہ فاقے سے تھے رات کے اندھیرے میں اُن کے پاؤں کے نیچے کوئی نرم چیز آئی جسے اُٹھا کر وہ کھا گئے اور انہیں پتہ تک نہ چلا کہ وہ کیا چیز تھی۔ (ابن ھشام) 10

علاوہ ازیں مسلمان اس دور میں سخت خطرے کی حالت میں تھے۔

رسول کریمؐ اور مسلمانوں کی حفاظت اپنی ذات میں ایک اہم مسئلہ تھا۔ مسلسل تین سال تک یہ زمانہ خوف کے سایہ میں بسر ہوا۔ ابو طالب ہر شب رسول اللہؐ کو اپنے سامنے بستر پر سونے کیلئے بلاتے اور سلا دیتے تا کہ اگر کوئی شخص بد ارادہ رکھتا ہے یا رات کو چپکے سے حملہ کرنا چاہتا ہے تو وہ آپؐ کو اس جگہ سوتے دیکھ لے، جب سب لوگ سو جاتے تو ابو طالب اپنے کسی بھائی ، بیٹے یا چچازاد کو رسول اللہؐ کی جگہ سونے کا حکم دیتے اور رسول اللہؐ کی سونے کی جگہ بدل کر کسی اور مخفی جگہ آپ کو سلا دیتے۔ حفاظت کا یہ پر حکمت طریق مسلسل جاری رہا۔ (زرقانی) 11 مگر اس سے اس دور کے حالات کی نزاکت کا بخوبی اندازہ کیا جاسکتا ہے۔

حوالہ جات

1 بخاری کتاب الجھاد باب غزوہ احد

2 بخاری کتاب المناقب باب فی اسماء رسول اللہؐ

3 السیرۃ الحلبیہ جلد1 ص295 بیروت

4 مسند احمد جلد2 ص218 مطبوعہ بیروت

5 دلائل النبوہ للبیھقی جلد2 ص277، مستدرک حاکم جلد1 ص163

6 بخاری کتاب التفسیر سورۃ العلق باب قولہ کلا لئن لم ینتہ

7 بخاری کتاب الوضوء باب اذا القی علی ظھر المصلی

8 فتح الباری جلد7 ص167

9 دلائل النبوۃ جلد2 ص154 و مجمع الزوائد جلد9 ص10 مطبوعہ بیروت

10 حاشیہ السیرۃ ابن ھشام جلد2 ص17 مکتبہ المصطفی البابی الحلبی

11 شرح العلامہ زرقانی علی المواھب اللدنیہ للقسطلانی جلد1 ص279